نبیٔ رحمت ﷺ

نوجوانوں کے لیے ایک انمول تحفہ

مصنف
خورشید احمد انور

مترجم
محمد عارف

انتساب

ذاتِ باری تعالیٰ کے بعد
کائنات کی اُس عظیم ترین ہستی
کے نام
کہ اُس جیسا کوئی دوسرا نہ آج تک
کسی ماں نے جنا اور
نہ کبھی جنے گی

فہرست

نعت رسول مقبول ﷺ

سراپا رحمتِ عالم، محمد مصطفیٰ پیارے
بہارِ گلشن آدم، محمد مصطفیٰ پیارے

غریبوں، بے نواؤں، بے کسوں کے آپ والی ہیں
دُکھی دل کے لیے مرہم، محمد مصطفیٰ پیارے

کہوں اشکوں سے حالِ دل مواجہ میں کھڑے ہو کر
حضورِ سرورِ عالم، محمد مصطفیٰ پیارے

ندامت کے یہ آنسو ہیں مرا ادنیٰ سا سرمایہ
تمھارے در پہ ہے سَر خَم، محمد مصطفیٰ پیارے

ریاض الجنتہ کے سجدے، عطا ہوں پھر مجھے یا رب
درودِ پاک ہو پیہم، محمد مصطفیٰ پیارے

مدینے کی گلیاں اور میرے لب پہ ہو ہر دم
محمد مصطفیٰ پیارے، محمد مصطفیٰ پیارے

عطا ہوں جام کوثر کے ترے دستِ محبت سے
سرِ میزان ہوں ہمدم، محمد مصطفیٰ پیارے

خدا جب اذن دے محشر میں آقا کو شفاعت کا
پکڑ لیں ہاتھ عارفؔ کا، محمد مصطفیٰ پیارے

کلماتِ شکر

انگریزی زبان میں لکھی جانے والی کتاب ''محمد آف عریبیہ'' خورشید احمد صاحب کی ایک خوبصورت کاوش ہے۔ جو 1938ء میں شائع ہوئی۔ سیرتِ پاک کی اس چھوٹی سی کتاب میں دو نمایاں خوبیاں ہیں جو اسے دوسری کتابوں سے ممتاز کرتی ہیں اور اسے ایک بڑی کتاب کا درجہ دیتی ہیں، اوّل یہ کہ اس کتاب کی زبان اتنی آسان اور رواں ہے کہ پڑھنے والا اس میں گم ہو کر رہ جاتا ہے اور اسے پتہ اس وقت چلتا ہے جب ایک مختصر

وقت میں وہ پوری کتاب ختم کر چکا ہوتا ہے۔ دوسری خوبی اس کتاب کی یہ ہے کہ اس میں کثرت اور تسلسل سے نبی پاک ﷺ کی پاکیزہ زندگی کو اُجاگر کرنے والے ایسے سچے واقعات پڑھنے کو ملتے ہیں جو کسی دوسری کتاب میں اس طرح ایک جگہ نہیں ملتے۔ ان واقعات میں جب ہم رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معاشرے کے کمزور طبقوں خصوصاً عورتوں، بچوں، بوڑھوں حتیٰ کہ جانوروں کی مدد کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ہمارا یہ ایمان مزید پختہ ہو جاتا ہے کہ یقینا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام مخلوقات کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور بجا طور پر آپ کو رحمۃ اللعالمین کہا گیا۔ آج کے دور میں اس کتاب کا ترجمہ نوجوان طلباء کے مطالعہ میں لانا اس لیے ضروری ہے کہ ہماری نئی نسل اپنے آقا و رہنما حضرت محمد ﷺ کی پیاری زندگی کی جھلک اپنے ذہنوں میں نقش کر سکے۔ جس طرح اللہ رب العزت کے بتائے ہوئے

راستے پر چلتے ہوئے زندگی گزار کر ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے عملی طور پر ہماری رہنمائی کے لیے ایک مثال قائم کر دی ہے اور ایک مشعل راہ روشن کر دی ہے۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم بھی ان پیارے بنیادی اُصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی زندگیاں سنواریں اور اچھے مسلمان بن سکیں۔ میں اللہ رب العزت کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے اس کتاب کو پیش کر کے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں میں اپنا نام لکھوانے کی توفیق دی۔ اللہ رب العزت اس کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین

احقر

محمد عارف

پیش لفظ

آئندہ صفحات میں خورشید احمد انور صاحب نے، جو ہندوستان کے چند جرأت مند نوجوان صحافیوں میں سے ایک ہیں، نے ہر طبقے کے نوجوانوں کے لیے ہمارے پیارے نبی ﷺ کی قلمی تصویر انتہائی اُچھوتے اور دلکش انداز میں پیش کی ہے۔ مجھے اس کا پیش لفظ لکھنے کے لیے کہا گیا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کام کے لیے میرا انتخاب خود میرے لیے ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔

مجھے اس کتاب کو ایک نظر دیکھنے کا موقع دیا گیا تاکہ

اس کے مرتبے کو جانچنے کے قابل ہوسکوں اور اس ادبی تخلیق کے اعلیٰ معیار اور جس طرح مہارت سے اس میں تمام حقائق کو جمع کیا گیا ہے اس کی صحیح معنوں میں ستائش کرسکوں۔

اس کتاب میں ایک بھی جملہ بوجھل نہیں ہے اور اس کا بہترین ثبوت یہ ہے کہ جب میں نے اس کتاب کو پڑھنا شروع کیا تو اسے چھوڑ نہیں سکا جب تک اسے مکمل پڑھ نہیں لیا۔ اس کتاب میں ہمارے پیغمبر اعظم ﷺ کی پاکیزہ زندگی کے تمام اہم حقائق کو نمایاں کیا گیا ہے اور اس کے لیے بیان کا ایک تسلسل دیکھنے میں آتا ہے جس میں قاری کی دلچسپی کسی بھی مرحلے پر کم نہیں ہوتی۔ اس کتاب میں بیان کردہ تمام باتیں ناقابل تردید حقائق پر مبنی ہیں اور یہ بات اس کتاب کی قدر و قیمت میں اضافہ کرتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ جو لوگ بچوں اور نوجوانوں کی اچھی تعلیم میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہ اس کتاب کی قدردانی کریں

گے اور اسے نوجوانوں کے ہاتھوں تک پہنچائیں گے تاکہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی زندگی کے اہم حقائق نوجوانوں کے ذہنوں میں نقش ہوسکیں اورزندگی بھر ان کی رہنمائی کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوسکیں۔

مولانا اے کے فضل الحق

شیرِ بنگال ۔ 18اگست 1938ء

اہلِ علم کی آراء

کلمات تبریک

پروفیسر ڈاکٹر حافظ زاہد علی

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وحدہ و الصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہ۔

امابعد!

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا موضوع ہے کہ انسانی زندگی کے ہر شعبے سے وابستہ افراد نے اس پر خامہ فرسائی کی ہے۔اور سچ تو یہ ہے کہ قیامت کی صبح تک آنے والے سیرت نگار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں چند حروف لکھ کر درحقیقت اپنا قد بڑھاتے ہیں، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنا کس کے بس میں!

ما إن مدحت محمدًا بمقالتي

ولكن مدحت مقالتي بمحمدٍ

زیرِنظر کتاب بھی اسی تسلسل کا حصہ ہے جو چودہ صدیوں سے چلا آ رہا ہے۔اور عشاقِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اپنے ذوق و شوق کے مطابق موتیوں کی اس لڑی کا حصہ بنتے چلے جا رہے ہیں۔

مؤلف کتاب نے جس درد اور شوق سے یہ اوراق قلم بند کیے ہیں اور مترجم نے جس عشق ومحبت سے معانی کو اپنے الفاظ میں اتارا ہے، یہ جذبہ قابل رشک ہے۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ دونوں کی سعی کو قبول فرماتے ہوئے ان کے جذبے کو حقیقت سے ہم کنار فرمائے۔اور ہم سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔آمین

والسلام

حافظ زاہد علی

۶/۵/۱۲

ایجوکیشن یونیورسٹی، لوئر مال کیمپس، لاہور

تقریظ

سیرت ایک ایسا موضوع ہے جس کا احاطہ کرنا کسی انسان کے بس کا کام نہیں۔ حضرت حسان بن ثابت نے حضور ﷺ کی شان میں کیا خوب اشعار کہے:

واحسن منک لم ترقط عینی
واجمل منک لم تلد النساء
خلقت مبرا من کل عیب
کأنک قد خلقت کما تشاء

ایک مسلمان کیلئے رسول اکرم ﷺ کی سیرت کے واقعات پڑھنا اور سننا بہت ہی مستحسن عمل ہے۔ تاہم اپنی سیرت حضور ﷺ کی سیرت جیسی بنانا، اور حضور ﷺ کی سی صورت بنانا مطلوب و مقصود ہے۔ اور یہی منشاء خداوندی ہے۔ قرآن کریم میں آپ کے اسوہ کو اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا ہے۔ اور متعدد مقامات پر آپ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

آج کا انسان اور بالخصوص مسلمان مادی ترقی کی موجودہ تیز روش میں محسن انسانیت کی تعلیمات سے بہت دور جاتا نظر آرہا ہے۔

ایسے دگرگوں اور ناگفتہ بہ حالات میں حضور ﷺ کے حالات کا مطالعہ ہی ہمارے مردہ قلوب کو حیات تازہ عطا کریگا۔

موصوف مترجم قابل مبارکباد ہیں کہ انہوں نے ایک ایسی کتاب کا انتخاب کیا جس میں حضور ﷺ کی زندگی کے بارے میں بہت سی منتشر معلومات اکٹھی کردی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے، موصوف نے ترجمہ کرکے بہت اچھی کاوش کی ہے۔

مفتی احمد علی
جامعہ اشرفیہ لاہور

محمد ﷺ کا بچپن

جزیرہ نمائے عرب ایک صحرائی اور بے آب و گیاہ سرزمین تھی۔ یہ جگہ پرانی دنیا کے تمام معلوم براعظموں کے درمیان واقع ہے۔ اس علاقے میں عربوں کی بہت سی قومیں آباد تھیں۔ عام باشندگانِ عرب شروع میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دعوت وتبلیغ کے نتیجے میں دینِ ابراہیمی یعنی دینِ حنیف کے پیروکار تھے۔لیکن وقت گزرنے کے ساتھ انہوں نے خدائی درس ونصیحت کا ایک حصہ بھلا دیا اور کچھ لوگ بت پرستی کی طرف مائل ہو گئے۔ پہلے پہل انہوں نے ہَبل بُت کی پوجا شروع کی۔ بعد میں مناۃ، لات اورعُزّیٰ نامی بت وجود میں آئے۔ یہ تینوں عرب کے سب سے بڑے بت تھے اس کے بعد شرک کی کثرت اور

بتوں کی بھر مار ہو گئی۔ جاہلیت کی بہت سی رسمیں اور توہمات ان میں پھیل گئے تھے۔ظلم وجَور اور بدشگونیاں ان میں عام تھیں۔ ذرا ذرا سی بات پر جنگ چھڑ جاتی تھی جو برسوں جاری رہتی۔ ان کے سردار اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ ان حالات میں عرب کے قبیلہ بنو ہاشم کے سردار عبدالمطلب کے بیٹے عبداللہ کے ہاں ایک بابرکت بچے کی پیدائش ہوئی۔

جس سال ابرہہ کے لشکر نے ہاتھیوں کے ساتھ مکّہ پر چڑھائی کی تھی۔ اسی سال اس واقعے کے 55دن بعد 9ربیع الاوّل یعنی (20اپریل 571ئ) کو پیر کے روز آپ ﷺ کی ولادت ہوئی۔آپ ﷺ کے والد حضرت عبداللہ آپ ﷺ کی پیدائش سے قبل وفات پا چکے تھے۔ ولادت کے بعد آپ ﷺ کی والدہ نے دادا عبدالمطلب کے پاس پوتے کی خوشخبری بھجوائی۔ وہ خوش خوش آئے اور آپ ﷺ کو خانہ کعبہ میں لے جا

کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی، اُس کا شکر ادا کیا اور آپ کا نام محمد ﷺ تجویز کیا۔ یہ نام عرب میں معروف نہ تھا۔ عرب کے شہری باشندوں کا دستور تھا کہ وہ اپنے بچوں کو شہری ماحول سے دور رکھنے کے لئے دودھ پلانے والی بدوی عورتوں کے حوالے کر دیا کرتے تھے تاکہ ان کے جسم طاقتور اور اعصاب مضبوط ہوں اور اپنے گہوارہ ہی سے خالص اور فصیح عربی زبان سیکھ لیں۔ اسی دستور کے مطابق حضور ﷺ کو دودھ پلانے والی دایہ حضرت حلیمہؓ جو قبیلہ بنی سعد بن بکر کی ایک خاتون تھیں، کے حوالے کیا گیا۔ اس سے پہلے تمام دایوں نے آپ ﷺ کو لینے سے انکار کر دیا کیونکہ یتیم ہونے کی وجہ سے ان کو زیادہ اجرت ملنے کی توقع نہ تھی۔ آخر میں حضرت حلیمہؓ نے انہیں لے لیا۔ رضاعت کے دوران حضور ﷺ کی برکت کے بہت سے واقعات پیش آئے۔ مثلاً مکّہ سے واپسی پر حضرت حلیمہؓ کی کمزور گدھی کا تیز

رفتاری سے تمام قافلے سے آگے نکل جانا۔ ان کی اونٹنی اور بکریوں کا خوب دودھ دینا اور خود حضرت حلیمہؓ کے سینے سے دودھ کی کثرت ہونا جس کو حضور ﷺ نے بھی شکم سیر ہو کر پیا اور آپ ﷺ کے رضاعی بھائی نے بھی۔ مدت رضاعت ختم ہونے کے بعد آپ ﷺ کی والدہ کی اجازت سے آپ ﷺ بنو سعد میں ہی رہے، یہاں تک کہ ولادت کے چوتھے یا پانچویں سال شق صدر کا واقعہ پیش آیا۔ حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے۔ آپ ﷺ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ حضرت جبرئیلؑ نے آپ ﷺ کو لٹایا اور سینہ چاک کر کے دل نکالا۔ پھر دل مبارک سے ایک لوتھڑا نکال کر فرمایا ''یہ تم سے شیطان کا حصّہ ہے'' پھر دل کو ایک طشت میں زمزم کے پانی سے دھویا اور پھر اسے جوڑ کر اس کی جگہ رکھ دیا۔ ادھر بچے دوڑ کر آپ ﷺ کی دایہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے محمد ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کر دیا گیا۔ ان کے

گھر کے لوگ جھٹ پٹ پہنچے۔ دیکھا تو آپ ﷺ کا رنگ اترا ہوا تھا۔

آپ ﷺ کے بچپن میں ہی آپ ﷺ سے عجیب و غریب واقعات سرزد ہونے لگے تھے جو آپ ﷺ کے نبی ہونے کی نشان دہی کر رہے تھے۔ ایک مرتبہ مکّہ مکرمہ میں قحط پڑا۔ قریش نے آپ ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب سے کہا'' وادی قحط کا شکار ہے، چلئے بارش کی دعا کیجئے''۔ وہ حضور ﷺ کوساتھ لے کر آئے اور ان کو کعبہ کی دیوار سے ٹیک لگا کر بٹھا دیا اور دعا کی۔ دیکھتے ہی دیکھتے بادلوں کی آمد شروع ہوئی اور ایسی موسلا دھار بارش ہوئی کہ پوری وادی جل تھل ہوگئی۔

جب آپ ﷺ پنگھوڑے میں پڑے کھیل رہے ہوتے تو آپ ﷺ کی انگلی کے اشارے سے چاند اِدھر اُدھر حرکت کرتا۔ جب آپ ﷺ بچے ہی تھے تو عرب کے دستور کے

مطابق جنگل میں بکریاں چرانے کے لئے جانے لگے۔ وہاں بھی آپ ﷺ حیرت انگیز واقعات کا مشاہدہ کرتے۔آپ ﷺ جنگلوں میں کسی کو یہ کہتے ہوئے سنتے، ''اے اللہ کے نبی! آپ پر سلامتی ہو'' آپ ﷺ حیران ہو کر پہاڑوں کے دامن میں پڑے ہوئے پتھروں کی طرف دیکھتے۔

جب حلیمہؓ سعدیہ کے شوہر نے فرشتے کے آنے کا واقعہ (شّق صدر) کے بارے میں سنا تو وہ پریشان ہو گئے۔ انہوں نے حضرت حلیمہؓ سے کہا کہ اس بچے کو واپس دے آؤ۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور حضرت محمد ﷺ کو مکّہ لے آئیں۔ انہوں نے وہ تمام حیرت انگیز واقعات ان کی والدہ محترمہ کو سنائے جو آپ ﷺ کے ساتھ پیش آئے تھے۔لیکن آپ ﷺ کی والدہ محترمہ نے ان کو یقین دلایا کہ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ ﷺ کی والدہ محترمہ نے

آپ ﷺ کو واپس لے لیا اور آپ ﷺ ان کے ساتھ رہنے لگے۔

ایک دن آپ ﷺ کی والدہ محترمہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کے والد محترم کی قبر مبارک پر لے گئیں جو مدینہ میں ہے۔ ننھا بچہ کچھ دیر تک ٹکٹکی باندھ کر قبر کو دیکھتا رہا اور پھر بولا ''بابا جان! مجھے یہ جگہ بے حد عزیز ہے جہاں آپ کا مسکن ہے''۔ آپ ﷺ نے اپنی والدہ محترمہ کو بتایا کہ مجھے مدینہ پسند ہے اور میں یہاں رہنا چاہتا ہوں۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک چھ برس تھی۔ یہاں سے واپسی پر آپ ﷺ کی والدہ محترمہ ابواء کے مقام پر انتقال فرما گئیں اور انہیں وہیں دفن کر دیا گیا۔ آپ ﷺ دوسری خواتین کے ہمراہ تنہا واپس تشریف لائے۔ جب آپ ﷺ کے دادا نے آپ ﷺ کو دیکھا تو اپنے سینے سے لگا لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رو دیئے۔ اب وہ

آپ ﷺ سے زیادہ محبت کرنے لگے کیونکہ اب آپ ﷺ اپنی والدہ کے سائے سے بھی محروم ہو گئے تھے اوردو سال بعد آپ ﷺ کے دادا بھی وفات پا گئے۔ اب آپ ﷺ کی دیکھ بھال آپ ﷺ کے ایک چچا ابو طالب نے اپنے ذمہ لے لی۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک آٹھ برس تھی۔

حضرت محمد ﷺ دوسرے بچوں کے ساتھ گھلتے ملتے نہ تھے۔ آپ ﷺ ان کے ساتھ نہ کھیلتے اور نہ ہی کبھی شرارت کرتے۔ آپ ﷺ کے مزاج میں عاجزی تھی اور کبھی ضد نہ کرتے تھے۔ ایک دن جب آپ ﷺ کے چچا مُلکِ شام کی طرف سفر کی تیاری کر رہے تھے آپ ﷺ نے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔ آپ ﷺ کے چچا نے محبت سے کہا ''محمد ﷺ! تم ابھی بچے ہو اور سفر بہت لمبا اور تھکا دینے والا ہے''۔

آپ ﷺ نے جواب دیا ''میں اب بارہ سال کا ہو گیا ہوں اور اب میں کسی چیز سے خوفزدہ نہیں ہوں''۔ یہ دلیرانہ جواب سن کر آپ ﷺ کے چچا آپ ﷺ کو لے جانے پر رضامند ہو گئے۔ جب قافلہ روانہ ہوا تو آپ ﷺ اپنے چچا کے ساتھ ایک اونٹ پر سوار تھے۔ اس خوبصورت بچے کے گھنگھریالے بال اس کے کاندھوں پر پڑ رہے تھے۔ تمام راستہ بادل کے ایک ٹکڑے نے آپ ﷺ کے اوپر سایہ کئے رکھا اور صحرا کی آگ برساتی دھوپ سے آپ ﷺ کو بچائے رکھا۔

جب قافلہ بُصُریٰ پہنچا تو ان کی ملاقات ایک عیسائی راہب سے ہوئی۔ اس کا نام جرجیس اور لقب بحیرہ تھا۔ اس نے گہری نظر سے اس بچے کے چہرے کو دیکھا اور کہا ''یہی ہے جس کا انتظار تھا''۔ اس نے اپنے مکان کی چھت سے دیکھ لیا تھا کہ قافلہ آ رہا ہے اور ایک اکیلا بادل کا ٹکڑا ان کے سر پر سایہ کئے

ہوئے ہے۔ اس نے بتایا کہ تم لوگ جب گھاٹی کے اس جانب نمودار ہوئے تو کوئی بھی درخت یا پتھر ایسا نہیں تھا جو سجدہ کے لئے جھک نہ گیا ہو اور یہ چیزیں نبی ﷺ کے علاوہ کسی انسان کو سجدہ نہیں کرتیں۔

اس پادری نے عربوں سے کہا کہ اس قافلے کی دعوت کی جائے۔ رات کے کھانے کے بعد اس نے حضور ﷺ کے چچا سے کہا ''یہ بچہ خدا کا آخری پیغمبر ہے۔ اسے واپس لے جاؤ ایسا نہ ہو کہ یہاں کے یہودی اسے قتل کر دیں''۔ اس نے حضرت ابو طالب سے پوچھا ''یہ بچہ آپ کا کیا لگتا ہے'' انہوں نے جواب دیا ''یہ میرا بیٹا ہے''۔ پادری نے نفی میں سر ہلایا اور کہا ''اس کا باپ زندہ نہیں ہوسکتا''۔ اس پر حضرت ابو طالب نے اسے بتایا کہ ''اس بچے کا والد اس کی پیدائش سے پہلے وفات پا چکا ہے اور وہ اس کے چچا ہیں''۔

رات کو جب ارد گرد سب لوگ سو چکے تھے عیسائی راہب حضرت محمد ﷺ کے پاس آیا اور ان سے باتیں کرنے لگا۔ اس نے ان سے پوچھا کہ وہ کیسے خواب دیکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے حیرت انگیز خوابوں کے بارے میں بتایا جو آپ ﷺ نے دیکھے تھے۔ تب راہب نے آپ ﷺ کی پشت پر مہر نبوت کو دیکھا اور کہا ''بیشک تم وہی ہو''۔ جب حضرت ابو طالب کو یہ سب معلوم ہوا تو وہ بہت حیران ہوئے کیونکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ پیغمبر کیا ہوتے ہیں۔ انہوں نے بحیرہ سے تفصیل پوچھی اور اس نے آپ کو سب کچھ بتا دیا۔ جب وہ گفتگو کر رہے تھے تو روم کے بادشاہ کے کچھ سپاہی گھوڑے دوڑاتے ہوئے وہاں آ پہنچے۔ انہوں نے کہا ''بادشاہ کو کسی نے خبر دی ہے کہ وہ پیغمبر جو ایک دن ان کی حکومت پر فتح پائے گا یہاں موجود ہے اور ہم اسے گرفتار کرنا چاہتے ہیں''۔

دانا عیسائی راہب نے کہا ''تم بے کار اسے ڈھونڈ رہے ہو کیونکہ اگر وہ پیغمبر ہے تو تم اسے کبھی پکڑ نہ سکو گے''۔ اس واقعے کے بعد حضرت ابو طالب نے جلدی سے اپنے کاروباری معاملات نمٹائے اور مکّہ واپس روانہ ہو گئے۔

آپ ﷺ کا حلیہ مبارک

آپ ﷺ کا قد درمیانہ تھا۔ چہرے کی بناوٹ نہایت خوبصورت تھی۔ آپ ﷺ کا رنگ سرخی مائل سفید تھا۔ پیشانی چوڑی اور ابرو ملے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کا سر مبارک بڑا تھا۔ گردن لمبی تھی۔ آپ ﷺ کے سر کے بال کندھوں تک پھیلے ہوئے تھے۔ ریش مبارک گھنی تھی۔ چہرۂ مبارک پر زیادہ گوشت نہ تھا۔ آپ ﷺ کی آنکھوں میں گہرائی اور نور تھا۔ پلکیں بڑی بڑی تھیں۔ آپ ﷺ کے کندھے چوڑے تھے۔ کندھوں اور بازوؤں پر بال تھے۔ ہتھیلیاں چوڑی تھیں۔ خوبصورت پتلے ہونٹ اور موتی جیسے مبارک دانت تھے۔ سامنے کے دو دانتوں

میں تھوڑا سا فاصلہ تھا۔ جب آپ ﷺ گفتگو یا تبسم فرماتے تو آپ ﷺ کے منہ سے ایک روشنی سی نکلتی معلوم ہوتی۔ آپ ﷺ کے سینہ مبارک پر ناف تک بالوں کی ایک لکیر تھی۔ آپ ﷺ کی ایڑیاں پتلی تھیں۔ دونوں کندھوں کے درمیان کبوتر کے انڈے کے برابر مہرِ نبوت تھی جو آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کی نشانی تھی۔ آپ ﷺ کی رفتار تیز تھی۔ چلتے تو معلوم ہوتا کہ ڈھلوان سے اُتر رہے ہوں۔ جسم مبارک کی جلد نہایت نرم تھی۔ آپ ﷺ کے پسینے کی ایک خاص خوشبو تھی۔ آپ ﷺ جہاں سے گذر جاتے آپ ﷺ کی پیاری خوشبو کافی دیر تک محسوس ہوتی تھی۔

حضور ﷺ بطور نوجوان

جوانی میں بھی آپ ﷺ بھیڑوں اور بکریوں کے گلوں کی نگہبانی کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے کبھی بُرے دوست نہ بنائے اور تنہا رہنا زیادہ پسند فرماتے تھے۔ آپ ﷺ بہت ایماندار، نیک اور سچے انسان تھے اور انہی خوبیوں کی وجہ سے لوگ آپ ﷺ کی عزّت کرتے تھے۔ لوگ آپ ﷺ کو ''امین'' کے لقب سے پکارتے اور ہمیشہ آپ ﷺ پر اعتماد کرتے۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ کعبے کا کچھ حصہ سیلاب میں بہہ گیا

تمام قبیلے اسے دوبارہ تعمیر کرنے کے لئے اکٹھے ہو گئے۔ حجر اسود کے نصب کرنے پر تنازع کھڑا ہو گیا۔ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ اس کا سردار یہ اعزاز حاصل کرے یہ کام تو ایک ہی آدمی نے کرنا تھا لیکن ہر سردار چاہتا تھا کہ یہ کام میں کروں۔

آخر کار انہوں نے متفقہ فیصلہ کیا کہ جو شخص اگلی صبح سب سے پہلے کعبے میں داخل ہو گا اسے ثالث تسلیم کر لیا جائے گا اور اس کا فیصلہ سب کو منظور ہو گا۔ اگلے روز اس مقدس مقام میں داخل ہونے والے سب سے پہلے شخص حضرت محمد ﷺ تھے۔ وہ سب خوش تھے کہ صادق اور امین آ گیا۔

حضرت محمد ﷺ نے مسئلہ حل فرما دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایک بڑا کپڑا ہو اور آپ ﷺ نے خود اپنی چادر اس کام کے لئے پیش کر دی۔ آپ ﷺ نے حجر اسود کو اس چادر پر رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے ان سرداروں کو اس چادر کو کونوں سے پکڑنے

کے لئے کہا۔ وہ چادر میں اٹھا کر حجر اسود کو لائے اور حضرت محمد ﷺ نے اس کی جگہ پر لگا دیا۔ وہ سب خوش تھے کیونکہ ان سب نے اس مقدس کام میں برابر حصہ لیا تھا۔ مکّہ میں ایک بیوہ عورت تھیں جن کا نام خدیجہ تھا۔ وہ ایک نیک دل خاتون تھیں اور لوگ ان کا احترام کرتے تھے۔ وہ ایک بڑے کاروبار کی مالک تھیں اور ان کے ملازم ان کی طرف سے ملک شام اور فلسطین میں تجارت کیا کرتے تھے۔ انہیں ایک ایماندار شخص کی تلاش تھی جو ان کے کاروبار کو ترقی دے سکے۔ جب انہوں نے حضرت محمد ﷺ اور آپ ﷺ کی دیانت داری کے بارے میں سنا تو انہیں درخواست کی کہ وہ ان کے لئے ملک شام میں تجارت کے لئے جائیں۔ آپ ﷺ نے یہ درخواست بخوشی مان لی۔آپ ﷺ نے ان کا کاروبار کامیابی سے کیا اور جب وہ واپس تشریف لائے تو کافی منافع ہوا۔

حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کی ذہانت، دانائی اور ایمانداری کی وجہ سے آپ ﷺ کی بہت عزت کرنے لگی تھیں اور ایک روز انہوں نے آپ ﷺ سے شادی کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت محمد ﷺ نے اپنے چچا سے مشورہ کیا اور انہوں نے رضامندی کا اظہار کیا۔ جب یہ شادی سر انجام پائی تو کوئی بُری رسم نہ منائی گئی۔ سرزمینِ عرب کے دو معزز خاندان آپس میں مل گئے تھے اور عرب کے لوگ اس پر خوش تھے۔ حضرت محمد ﷺ اور حضرت خدیجہؓ راضی خوشی رہنے لگے۔

حضرت محمد ﷺ جلد گھلنے ملنے والے انسان نہ تھے۔ گہری سوچ ان کے مزاج کا حصہ بن چکی تھی۔ ایک دن انہوں نے سنا کہ ایک سردار نے اپنی بیٹی کو زندہ دفن کر دیا ہے۔ آپ ﷺ کو بہت دکھ ہوا۔ آپ ﷺ نے اس کا ذکر اپنی زوجہ اور چچا سے بھی کیا۔ آپ ﷺ نے کہا ''یہ لوگ کتنے ظالم ہیں۔

کیا ان ننھی جانوں کو بچانے کا کوئی طریقہ نہیں‘‘ لیکن سب بے بس تھے کیونکہ یہ اس زمانے کا رواج تھا۔

ایک سال تک آپ ﷺ اس غیر انسانی رسم کے خلاف تبلیغ کرتے رہے۔ آپ ﷺ تمام بڑے بڑے سرداروں سے ملے اور انہیں سمجھانے میں کامیاب رہے۔ ان سب نے یہ تسلیم کیا کہ ’’بیٹیوں کو زندہ دفن کرنا ایک بُری رسم ہے‘‘۔ کچھ عرصہ بعد آپ ﷺ نے لوگوں سے پوچھنا شروع کر دیا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کو کیوں پوجتے ہیں۔ اس بات نے انہیں ناراض کیا۔ یہ ان کا اور ان کے باپ دادا کا مذہب تھا۔ لیکن حضرت محمد ﷺ صبر و تحمل سے کام کرتے رہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا ’’یہ بت تمہارے کس کام آ سکتے ہیں جبکہ اپنی آنکھیں بھی صاف نہیں کر سکتے‘‘۔ مگر لوگوں نے ان باتوں پر دھیان نہ دیا۔ کئی دفعہ فارس اور عیسائی مذہب کے تاجر

آپ ﷺ کے پاس آتے وہ اپنے بادشاہوں کی تعریف کرتے اورعربوں کا مذاق اڑاتے۔لیکن حضور دلبرداشتہ نہ ہوتے۔

ایک روز ایک بوڑھی بیوہ حضرت خدیجہؓ کے پاس آئی وہ بہت غریب تھی اور اس کا کوئی رشتہ دار نہ تھا جو اس کی مدد کرتا۔ وہ بہت کمزور تھی اور کام کاج نہ کرسکتی تھی۔ جب حضور ﷺ نے اس کے مصائب کی کہانی سنی تو حضرت خدیجہؓ سے فرمایا ''نہ خود کچھ کھاؤ پیو اور نہ مجھے کچھ کھانے پینے کے لئے دو جب تک اس غریب بڑھیا کے لئے کھانے پینے کا انتظام نہ کر دو''۔حضرت خدیجہؓ نے بخوشی اس حکم پر عمل کیا۔

ایک روز حضور ﷺ بازار سے گزر رہے تھے آپؐ نے ایک نابینا عورت کو دیکھا جوٹھوکر کھا کر گرگئی تھی۔لوگ اس پر ہنس رہے تھےلیکن حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔آپ ﷺ نے بڑھیا کوسہارا دیا اور اسے اس کے گھر تک پہنچا دیا۔

اس کے بعد حضور ﷺ ہر روز اس بڑھیا کے گھر کھانا پہنچایا کرتے۔ ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے سر پر بھاری بوجھ اٹھائے ہوئے گلی میں جا رہی تھی۔ بے درد لوگ اس پر ہنس رہے تھے۔ حضور ﷺ کو یہ دیکھ کر بے حد دکھ ہوا۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں کو سرزنش کی اور اس عورت کی مدد فرمائی۔

حضور ﷺ خواتین کی بے حد عزت کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنی والدہ اور اپنی دایہ کی ہمیشہ بہت عزت کی اور آپ ﷺ نے اپنی زوجہ کی بھی بہت عزت کی۔ آپ ﷺ فرماتے ''عورتیں کمزور جنس ہیں اور بہتر سلوک کی مستحق ہیں''۔

ایک روز ایک شخص اپنی بیوی کو گلی میں مار پیٹ رہا تھا جبکہ کئی لوگ کھڑے ہو کر یہ سب منظر دیکھ رہے تھے۔ حضور ﷺ نے بلند آواز سے کہا ''عورتوں کو مت مارو اور انہیں

لوگوں کے سامنے ذلیل نہ کرو۔تم سب بہادر لوگ ہو اور عورتوں پر ہاتھ اٹھانا بہادروں کا شیوہ نہیں‘‘۔

حضور ﷺ کی شادی کے کچھ عرصہ کے بعد حضرت خدیجہؓ کو اللہ نے ایک بیٹا قاسم عطا فرمایا۔ وہ اس بچے سے بہت پیار کرتیں۔ وہ بچہ ابھی چھوٹا ہی تھا کہ بہت بیمار پڑ گیا۔ حضورؐ نے اس کی دن رات دیکھ بھال کی اور وہ اچھا ہو گیا۔

کچھ عرصہ بعد وہ بچہ پھر بیمار ہو گیا۔محبت کرنے والے ماں باپ نے سرتوڑ کوشش کی مگر وہ اسے نہ بچا سکے۔ننھا سا پھول خاک کے سپرد کر دیا گیا۔حضور ﷺ اور حضرت خدیجہؓ نہ تو چیخے چلائے اور نہ آہ و بکا کی بلکہ چپ چاپ آنسو بہاتے رہے۔

حضور ﷺ کو غلاموں سے بے حد ہمدردی تھی۔ آپ ﷺ اپنے نوکروں اور لونڈیوں سے ہمیشہ مہربانی سے پیش آتے اور انہیں اپنی اولاد کی طرح چاہتے۔حضرت خدیجہؓ کے

پاس ایک غلام تھا جس کا نام زید تھا آقا اور غلام کا فرق مٹانے کے لئے حضور ﷺ نے اسے اپنا بیٹا بنا رکھا تھا۔ آپ ﷺ نے ہمیشہ ذاتی طور پر اس کا خیال رکھا اور اس کی پرورش پوری توجہ سے کی۔

ایک روز آپ ﷺ نے ایک غلام کو دیکھا جو چکی میں آٹا پیس رہا تھا۔ آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہ رو رہا تھا۔ وہ بیمار تھا لیکن اس کا مالک بہت ظالم تھا اور اسے اس کے ساتھ کوئی ہمدردی نہ تھی۔ حضور ﷺ اس کے پاس بیٹھ گئے اور اس کو آٹا پیس دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہیں جب بھی چکی پیسنی پڑے مجھے بلا لیا کرو۔

ابو سفیان حضور ﷺ کا بدترین دشمن تھا۔ ایک دن حضور ﷺ کو پتہ چلا کہ ابو سفیان کا ایک غلام بیمار ہے اور کوئی اس کی دیکھ بھال کرنے والا نہیں۔ حضور ﷺ اس کے پاس

تشریف لے گئے اور پوری رات اس کے سرہانے گزار دی۔ وہ جب بھی درد سے کراہتا تو حضور ﷺ اسے تسلی دیتے کہ میں تمہاری خدمت کے لئے یہاں موجود ہوں اور تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

ایک مرتبہ ایک مالک اپنی لونڈی کو چابک سے مار رہا تھا۔لڑکی مدد کے لئے پکار رہی تھی۔حضور ﷺ اس امیر آدمی کے پاس پہنچے اور اسے کہا کہ اتنا ظلم نہ کرو۔ وہ ناراض ہوا اور کہنے لگا کہ تم میرے معاملے میں دخل نہ دو۔حضور ﷺ نے فرمایا ''مجھے ایک غریب اور بے سہارا عورت کی مدد کرنے اور ساتھ دینے سے کوئی نہیں روک سکتا''۔ اس رات آپ ﷺ سو نہ سکے۔ آپ ﷺ اپنے ملک کے ان لوگوں کے بارے میں سوچتے رہے جو کمزور عورتوں کے ساتھ اس قدر ظلم کرتے تھے۔ جب حضرت خدیجہؓ کو آپ کی پریشانی کا سبب معلوم ہوا تو انہیں بھی

بہت دکھ ہوا۔ اگلے دن انہوں نے ایک بھاری رقم کے بدلے اس لڑکی کو اس کے ظالم مالک سے خرید کر آزاد کر دیا۔

ایک بوڑھی عورت تھی جسے اس کے آقا نے حکم دے رکھا تھا کہ وہ اس کے باغ میں پانی دیا کرے۔ جب وہ کافی فاصلے پر واقع ایک ندی سے پانی بھر کر لاتی، اس کے کمزور ہاتھ کانپنے لگتے تھے۔ حضور ﷺ نے جب یہ دیکھا تو انہیں اس پر ترس آ گیا۔ آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اس کا یہ کام خود کرنے کی پیش کش کی۔ جب آپ ﷺ نے کام ختم کر دیا تو فرمایا ''جب کبھی میری مدد کی ضرورت پڑے مجھے بلا لیا کرنا''۔

ایک دن حضور ﷺ نے ایک ننھے بچے کو سردی سے کانپتے دیکھا۔ اس کے پاس اس خطرناک سردی سے بچنے کے لئے کپڑے نہ تھے۔ جب حضور ﷺ نے اس سے پوچھا تو اس

نے بتایا کہ وہ یتیم ہے۔ اور اس کا مالک اس پر بے حد ظلم کرتا ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ ﷺ نے شفقت سے بچے کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اگلے دن وہ بچہ آپ کو دوبارہ ملا۔ وہ اتنا بھاری بوجھ اٹھائے ہوئے تھا کہ اس کے نیچے کچلا جا رہا تھا۔ حضور ﷺ نے اس کے بوجھ کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور اس کی منزل کی طرف اس کے ساتھ چل پڑے۔ حضور ﷺ اس کی مدد کر کے خوش ہوئے اور فرمایا ''جب بھی تم مصیبت میں ہو تو محمد ﷺ کو یاد کر لیا کرو''۔ ایک شام حضرت محمد ﷺ کو معلوم ہوا کہ ایک غلام بیمار ہے اس کا مالک یہودی تھا اور اتنا ظالم تھا جتنا کوئی بے درد شخص ہو سکتا ہے۔ وہ ایک اندھیرے، تاریک کمرے میں پڑا ہوا تھا اور جب حضور ﷺ اس سے ملنے گئے تو اس نے سمجھا کہ اس کے مالک نے کسی دوسرے غلام کو اس کی دیکھ بھال کے لئے بھیجا ہے۔ اس

نے حضور ﷺ سے پوچھا کیا آقا نے تمہیں میری دیکھ بھال کے لئے بھیجا ہے۔ حضور ﷺ نے جواب دیا ''ہاں، آقا نے مجھے آپ کی دیکھ بھال کے لئے بھیجا ہے'' (مراد یہ تھی کہ اللہ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے)۔ آپ ﷺ نے تمام رات اس بیمار آدمی کے پاس گزار دی۔

اگلی صبح اس غریب آدمی نے حضور ﷺ کو اپنے پاس بیٹھے ہوئے پایا تو وہ حیران رہ گیا۔ اس نے کہا! ''اے نوجوان سردار یقینا آپ ہی غلاموں کے نجات دہندہ ہوں گے''۔ ایک عرب نے ایک یہودی کا کچھ قرض دینا تھا۔ یہودی بہت بے دید تھا۔ ایک دن وہ یہودی اس عرب کو بیچ گلی میں ذلیل کر رہا تھا۔ حضور ﷺ نے جب یہ دیکھا تو واپس گھر گئے رقم لے کر آئے اور عرب کا قرض ادا کر دیا۔ جب اس سود خور یہودی نے اسے چھوڑ دیا تو آپ ﷺ نے عرب کو سمجھایا ''اتنا قرض نہ لیا کرو جو

تم واپس نہ دے سکو"۔

ایک بار حضور ﷺ نے دیکھا کہ ایک عرب اپنے اونٹ کو تیز چلنے پر مجبور کر رہا تھا۔ اونٹ کمزور تھا اور بھاری بوجھ کے نیچے پسا جا رہا تھا۔ لیکن اس کا ظالم مالک اسے چابک سے مار رہا تھا۔ حضور ﷺ نے مالک سے فرمایا "اپنے جانور سے نرمی کا برتاؤ کرو۔ وہ بوڑھا، بیمار اور کمزور ہے"۔ آپ ﷺ ہمیشہ جانوروں سے نرمی کا سلوک کرتے تھے اور جو ان پر ظلم کرتے، آپ ﷺ انہیں سمجھاتے اور ڈانٹتے۔ مکّہ کی گلیوں میں ایک بچہ روتا ہوا جا رہا تھا۔ اس کے جسم پر ناکافی لباس تھا اور پاؤں پر چھالے بنے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ جو بچوں سے بہت پیار کرتے تھے یہ دیکھ کر آبدیدہ ہوئے۔ آپ ﷺ نے بچے کو گود میں لے لیا۔ وہ یتیم بچہ تھا اور اس نے کئی دن سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ آپ ﷺ اس بچے کو اپنے گھر لے گئے، اسے کھانا کھلایا۔

کپڑے پہنائے اور اسے اپنے پاس رکھا جب تک اس کے گھر والے آ کر اس کو ساتھ نہ لے گئے۔

حضور ﷺ ننھے پرندوں کے شکار کو ظلم تصور کرتے تھے۔ایک دن آپ ﷺ نے اپنے دوست حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا ''مجھے دکھ ہوتا ہے جب لوگ ننھے پرندوں کا شکار کرتے ہیں۔ ایک بڑا جانور تو کئی لوگوں کی بھوک مٹا سکتا ہے، مگر ایک درجن ننھے پرندے بھی ایک شخص کا پیٹ نہیں بھر سکتے''۔

حضور ﷺ ایک انتہائی ایماندار اور صاف ستھرے تاجر تھے۔ جو لوگ آپ ﷺ کے ساتھ معاملہ کرتے وہ آپ ﷺ کی اس صفت کی تعریف کرتے۔ بعض اوقات وہ آپ ﷺ کی ایمانداری کو دیکھ کر ششدر رہ جاتے۔ ایک بار آپ ﷺ نے ایک سو اونٹ ایک تاجر کے ہاتھ فروخت کئے۔ جب وہ تاجر اونٹ لے کر چلا گیا تو آپ ﷺ کو پتہ چلا کہ ایک اونٹ لنگڑا

تھا۔ آپ ﷺ نے ایک تیز رفتار گھوڑا لیا اور اس تاجر کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد آپ ﷺ نے اسے جا لیا اور اسے بتایا کہ ایک جانور کی ٹانگ میں لنگڑا پن ہے اور اس کی قیمت اسے واپس دے کر اسے لینے کے لئے آئے ہیں۔ تاجر اتنے اعلیٰ درجے کی ایمانداری دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔ حضور ﷺ ہمیشہ عربوں کی حالت پر رنجیدہ رہتے۔ وہ جانتے تھے کہ عرب اتنے تہذیب یافتہ نہیں جتنے فارس اور روم کے لوگ تھے۔ آپ ﷺ کو بت پرستی سے نفرت تھی۔ آپ ﷺ حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ یقینا بت پرستی حضرت ابراہیمؑ کا مذہب نہیں ہوسکتا تھا۔ آپ ﷺ اکثر اس بات پر غور فرماتے رہتے اور اپنے دوستوں میں اس کا ذکر کرتے رہتے۔ وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ آخر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مذہب کیا رہا ہو گا؟ آپ ﷺ اکثر غارِ حرا میں

تشریف لے جاتے اور پہروں وہاں غور وفکر میں مشغول رہتے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ آسمان سے ایک کتاب اتر رہی ہے۔ وہ کتاب سورج کی طرح چمک رہی تھی۔ اور آپ ﷺ نے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس کتاب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مذہب لکھا ہوا ہے۔

کچھ دنوں بعد آپ ﷺ نے ایک اور خواب دیکھا۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے چچا آپ ﷺ کے لئے شیر کا بچہ لائے ہیں اور اسے آپ ﷺ کی گود میں دے دیا۔ جب وہ شیر کا بچہ آپ ﷺ کی گود میں آیا تو اس نے بولنا شروع کر دیا۔ اگلے دن آپ ﷺ نے اپنا خواب اپنے چچا جان کو سنایا ان کے چچا نے کہا ''یہ ننھا شیر میرا بیٹا علیؓ ہے جو میں بخوشی آپ ﷺ کے سپرد کرتا ہوں''۔ حضور ﷺ یہ سن کر بہت خوش

ہوئے۔

آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے۔ ننھے علیؓ کو گود میں لیا اور محبت سے چوم لیا۔ حضور ﷺ کو اپنے وعدے کا بے حد پاس تھا۔ آپ ﷺ جب کسی سے وعدہ کرتے تو اسے پورا کرتے۔ ایک بار ایک تاجر ساتھی نے آپ ﷺ کو ایک جگہ رک کر انتظار کرنے کا کہا لیکن وہ آدمی واپس نہ آیا۔ سب لوگ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آپ ﷺ نے تین دن اور تین رات تک اسی جگہ اس کا انتظار کیا۔ چوتھے روز جب وہ اس بات کو بالکل بھول چکا تھا، وہاں آیا اور اس نے معذرت کی۔ حضور ﷺ نہایت صبر سے کھڑے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''میں نے یہاں رکنے کا وعدہ کیا تھا اور میں نے اسے پورا کیا۔ آدمی وہی ہے جو اپنے وعدے کو پورا کرے۔ لیکن اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں کیونکہ تم اس وعدہ کو بھول گئے تھے۔ اگر تمہاری یادداشت

اچھی نہیں ہے تمہیں نہ کسی کو عہد دینا چاہئے نہ کسی سے وعدہ لینا چاہئے''۔

ایک دن حضور ﷺ نے دو آدمیوں کو دیکھا جو تیسرے شخص کو مار رہے تھے۔ آپ ﷺ فوراً آگے بڑھے اور مظلوم کی مدد کی۔ مارنے والے عرب ناراض ہوئے اور کہا کہ ہمارے معاملے میں مداخلت نہ کرو۔ آپ ﷺ نے جواب دیا ''مجھے اس شخص کی مدد کرنی چاہیے یہ میرا پڑوسی ہے''۔

حضور ﷺ اپنی زندگی کے بہترین حصہ میں تھے۔ آپ ﷺ کی عمرِ مبارک 37 سال تھی جب ایک دن غارِ حرا میں بیٹھے ہوئے آپ ﷺ نے ایک ناآشنا آواز سنی۔ ''محمد ﷺ! محمد ﷺ! بکریاں اکیلی ہیں اور چرواہا آسمان سے آئے گا''۔ حضور ﷺ حیرت سے ادھر اُدھر دیکھنے لگے۔ اسی سال آپ ﷺ نے وہی آواز پھر سنی ''خدا اپنے بندوں سے پیار کرتا

ہے اور اسے بھی پیار کرتا ہے جو اس کے بندوں پر مہربان ہے“۔
حضور ﷺ غار حرا سے باہر تشریف لے آئے اور تلاش کرنے لگے کہ کس نے یہ الفاظ کہے ہیں مگر وہاں کوئی نہ تھا۔ کچھ دنوں بعد ایک حیرت انگیز واقعہ ہوا۔آپ ﷺ کی ننھی بیٹی نے آپ ﷺ سے کہا ”بابا جان! آپ ﷺ کی پگڑی پر جو چاند ہے وہ مجھے دے دیجئے۔شفیق باپ نے فرمایا میری پگڑی پر تو کوئی چاند نہیں ہے مگر ننھی بچی کا اصرار جاری رہا ”آپ ﷺ کی پگڑی پر ایک بڑا چاند ہے۔ ایک بڑا چاند“۔

حضور ﷺ کی ایک عادت تھی کہ آپ روزانہ خانہ کعبہ میں تشریف لے جاتے۔آپ ﷺ بتوں کی پوجا نہ کرتے تھے۔ آپ ﷺ اس وقت وہاں جاتے جب ان بتوں کو پوجنے والے آئے نہ ہوتے۔آپ ﷺ حجر اسود کو بوسہ دیا کرتے ۔ یہ پتھر اس وقت سے وہاں تھا جب حضرت ابراہیمؑ کا زمانہ تھا اور اس کا

بہت احترام کیا جاتا تھا۔ خدا کے بندوں کی خدمت کرنا حضورﷺ کی زندگی کا خاص مقصد تھا۔ آپ ﷺ اپنی تجارت کا زیادہ حصہ غریب اور محتاج لوگوں کی مدد میں صرف کرتے۔ آپﷺ خصوصاً بے سہارا عورتوں اور یتیموں کا خیال رکھتے۔

ہر روز مکّہ کے لوگ آپﷺ کو لوگوں کے بھاری بوجھ اٹھائے ہوئے دیکھتے۔ یہ ان غریب عورتوں کے گھر کا سامان ہوتا تھا جو خود خریداری کرنے کی سکت نہیں رکھتی تھیں۔ صرف یہی نہیں وہ ان کی اشیائے ضرورت اپنے کندھوں پر اٹھا کر ان کے دروازے پر پہنچاتے۔ ان کے مخالفین ان کی ہنسی اڑاتے۔ آپ ﷺ کے دشمن ابوسفیان نے ایک دن آپﷺ سے کہا ''تم نے غریبوں اور کم درجے کے لوگوں کے بوجھ اٹھا کر اپنے خاندان کی عزت کم کر دی ہے''۔ حضورﷺ نے جواب دیا ''میں ہاشم کا پوتا ہوں جو امیروں اور غریبوں کی ایک ہی طرح

خدمت کرتے رہے اور اپنے سے کم درجے والوں کو کبھی حقارت کی نظر سے نہ دیکھا۔''

حضور ﷺ بطور پیغمبر

آخر کار وہ مسرت بھرا لمحہ آن پہنچا جب حضرت محمد

ﷺ کو اس فرض کی ادائیگی کا حکم مل گیا جس کے لئے انہیں اس دنیا میں بھیجا گیا تھا۔ یہ 6اگست 610 عیسوی کا دن تھا جب ربّ ذوالجلال نے اپنی رحمتیں آپ ﷺ پر نچھاور کیں اور آپ ﷺ کو اپنا پیغمبر بنایا اور آپ ﷺ کو اپنے احکام کو بجا لانے کے لئے کہا۔ اب حضرت محمد ﷺ جو صادق اور امین تھے اپنے ذمے لگائے گئے فرض کی ادائیگی کی لئے تیار تھے۔

پہلے پہل جب مکرم فرشتہ جبرائیلؑ اللہ کا پیغام لے کر آپ ﷺ کے پاس آیا اور بتایا کہ آپ ﷺ آج سے اللہ کے پیغمبر ہیں تو آپ ﷺ کچھ گھبرائے اور کانپنے لگے۔ آپؐ کے ذمے دنیا کی اصلاح تھی اور بے شمار برائیوں کو دور کرنا تھا۔ اس زمانے میں ایسے بادشاہ تھے جو انسانوں پر ظلم کرتے تھے۔ غلاموں کو زنجیروں سے باندھ کر رکھا جاتا اور مارا جاتا تھا۔عورتیں مردوں کے مظالم تلے کراہ رہی تھیں۔یتیموں کی دیکھ بھال کرنے

والا کوئی نہ تھا۔

جب حضرت محمد ﷺ گھر تشریف لائے اور اپنی بیوی کو تمام واقعہ سنایا تو وہ پہلی خاتون تھیں جو ان پر ایمان لائیں۔ دوسرے حضرت علیؓ تھے جو ابھی کمسن تھے۔ تیسرے آپ ﷺ کے دوست حضرت ابو بکرؓ تھے اور چوتھے آپ ﷺ کے غلام حضرت زیدؓ تھے۔ اس چھوٹی سی جماعت نے دنیا کے عظیم ترین مذہب کی تبلیغ شروع کر دی۔ یہ قدرتی امر تھا کہ عرب اس پیغام کو سن کر ناراض ہو گئے۔ اب حضور ﷺ کو بہت سی مخالفت کا سامنا تھا۔ لیکن آپ ﷺ دل برداشتہ نہ تھے۔ اللہ کا حکم تھا کہ انہیں بت پرستی سے بچائیں اور انہیں اسلام کے حلقہ میں لائیں۔ حضور ﷺ ایک روز کوہِ صفا پر تشریف لے گئے اور آپؐ نے قوم کے لوگوں کو پکارا۔ جب وہ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے سے ایک دشمن کی فوج

تم پر حملہ کرنے والی ہے تو کیا تم یقین کر لو گے''۔ ہاں، وادی میں آواز گونجی کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک ایماندار اور سچے انسان ہیں۔ ''تو میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ اگر تم اللہ تعالیٰ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اس پر ایمان نہیں لاؤ گے تو سخت خسارے میں پڑ جاؤ گے اور پچھتاوا تمہارا مقدر ہو گا''۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ یہ سن کر وہ طیش میں آ گئے۔ وہ آپ ﷺ کو بُرا بھلا کہنے لگے اور ناراض ہو کر واپس چلے گئے۔ اس طرح حضور ﷺ کے دشمنوں کی تعداد میں اور اضافہ ہو گیا۔ تقریباً ایک سال تک حضور ﷺ خاموشی سے اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے رہے۔ پھر آپ ﷺ کے ساتھیوں کی تعداد چالیس تک پہنچ گئی۔ یہ ایک بڑی تعداد تھی۔ اس اچھی علامت نے حضور ﷺ کے حوصلے میں اضافہ کیا۔ آپ ﷺ خانہ کعبہ میں تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اعلان کر دیا۔

بتوں کے پجاری سخت ناراض ہوئے اور آپ ﷺ پر حملہ آور ہو گئے۔ آپ ﷺ کے ایک ساتھی حضرت حارثؓ یہ سن کر دوڑے اور کافروں کے حملے سے آپ ﷺ کو بچانے کی کوشش کی۔ انہوں نے حضور ﷺ کو تو چھوڑ دیا مگر حضرت حارثؓ کو شہید کر دیا۔ تمام عرب سردار ایک روز اکٹھے ہوئے اور حضرت ابو طالب کے پاس گئے۔ وہ کہنے لگے ''تمہارا بھتیجا ہمارے خداؤں سے نفرت کرتا ہے اور ان کے خلاف زبان چلاتا ہے ہم اسے جان سے مار دیں گے۔'' ابو طالب یہ سن کر پریشان ہو گئے۔ ان سب قبیلوں سے جنگ کرنا آسان نہ تھا۔ وہ اپنے بھتیجے کے پاس گئے اور انہیں خطرے سے آگاہ کیا حضور ﷺ نے فرمایا ''چچا جان آپ فکر نہ کریں مجھے میرے خدا کے سپرد کر دیں، اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں تو بھی میں اپنے کام سے باز نہیں آؤں گا یا تو میں اس مذہب کی

تبلیغ میں کامیاب ہو جاؤں گا یا اس کام کی راہ میں اپنی جان لٹا دوں گا''۔

آپ ﷺ کے بوڑھے چچا اس دلیرانہ جواب سے بہت متاثر ہوئے اور یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے ''میرے بیٹے اپنا کام جاری رکھو۔ جب تک میں زندہ ہوں تمہارے ساتھ ہوں''۔ اب کافروں کی طرف سے مسلمانوں کو ایذا رسانی کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ کافروں نے حضور ﷺ کے ساتھیوں پر انتہائی غیر انسانی مظالم شروع کر دیئے اور وہ صبر سے یہ سب برداشت کرتے رہے۔ انہوں نے خندہ پیشانی سے دین کی راہ میں آنے والے تمام مصائب کو برداشت کیا انہیں اس قدر مارا جاتا کہ وہ بے ہوش ہو جاتے۔ انہیں تپتی ریت پر لٹایا جاتا اور سخت گرم پتھروں پر باندھ دیا جاتا۔

ایک روز کافروں نے ایک عرب سردار کو حضور ﷺ

کے پاس بھیجا وہ کہنے لگا ''محمد ﷺ تم کیا چاہتے ہو، مکہ کی بادشاہی، خوبصورت بیوی یا دولت کا ڈھیر، ہم تمہیں یہ سب دینے کو تیار ہیں۔ ہمیں ہمارے بتوں کے ساتھ رہنے دو۔ وہ ہمارے خدا ہیں''۔ اس کے جواب میں آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پڑھ کر سنایا اور فرمایا ''اللہ ایک ہے اس کی طرف چلے آؤ اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کرو جو تم اب تک کر چکے ہو''۔ یہ سب سن کر سردار چپ چاپ واپس چلا گیا۔ اس نے واپس جا کر اپنے ساتھیوں کو بتایا جو باتیں محمد ﷺ کرتا ہے وہ شاعری نہیں اس سے بلند تر کوئی چیز ہے، اسے اور اس کے مذہب کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اسلام کے ماننے والے کئی سالوں تک اپنے اوپر ہونے والے مظالم سہتے رہے۔ مکہ کے بت پرستوں نے حضور ﷺ کو بھی معاف نہیں کیا اور اکثر آپ ﷺ کو گالیاں دیتے۔ پتھر مارتے اور آپ ﷺ کی راہ میں کانٹے بچھا دیتے۔

ظالم کافر کسی کو معاف کرنے پر تیار نہ تھے اور پھر مسلمان اکثر غریب اور غلام تھے اور ان کے پاس کوئی ہتھیار بھی نہیں تھے۔

عرب کے اُمراء سے لڑنا ان کے بس کی بات نہ تھی اور نہ ہی حضور ﷺ انہیں اس بات کی اجازت دے سکتے تھے۔ اب صرف ایک ہی راستہ باقی رہ گیا تھا اور وہ یہ کہ مکّہ سے ہجرت کر لی جائے۔ حضور ﷺ نے انہیں حبشہ جانے کی اجازت دے دی۔ حبشہ کے بادشاہ کا نام نجاشی تھا وہ ایک انصاف پسند بادشاہ تھا۔ بہت سے مسلمان اپنا وطن چھوڑ کر حبشہ میں جا کر آباد ہو گئے اور سکون سے رہنے لگے۔ مکّہ کے کافروں کے کچھ نمائندے نجاشی کے دربار میں پہنچے۔ وہ اس کے لئے ڈھیروں تحائف لے کر آئے انہوں نے نجاشی سے مسلمان مہاجرین کو ان کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا لیکن نجاشی ایک عقلمند بادشاہ تھا اس نے کہا پہلے مجھے ان ملزموں سے ملواؤ جنہیں تم واپس لینے آئے

ہو۔ اگلے ہی دن مسلمانوں کو اس کے دربار میں بلا لیا گیا۔ اس نے پوچھا ''تم لوگ کس مذہب کو مانتے ہو؟ کیا وہ مذہب عیسائیت اور بت پرستی دونوں کے خلاف ہے کہ یہ تمہارے ہم وطن تمہیں مجھ سے بطور مجرم واپس لینے آئے ہیں۔'' مہاجرین کے نمائندہ حضرت جعفر طیارؓ نے جواب دیا ''اے معزز بادشاہ! ہم برے لوگ تھے۔ ہم بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ ہم آپس میں لڑتے رہتے۔ ہم اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے ہم شراب پیتے اور جوا کھیلتے اور ہر وہ کام کرتے جو برائی میں شامل تھا لیکن بالآخر ہم میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا جس کو اللہ تعالیٰ نے کتاب عنایت کی اور اپنا پیغمبر بنایا''۔ نجاشی نے پوچھا ''اس کتاب نے تمہارے پیغمبر کو کیا پیغام دیا ہے؟'' اس کے جواب میں حضرت جعفر طیارؓ نے سورۃ مریم کی کچھ آیات کی تلاوت کی۔

نجاشی یہ سن کر متاثر ہوا۔ یقیناً یہ بائبل کی طرح کا کلام

ہے ان دونوں کتابوں میں ایک ہی طرح کا پیغام ہے۔ اس نے پوچھا ''تمہارا پیغمبر تمہیں کیا حکم دیتا ہے؟'' حضرت جعفر طیارؓ نے جواب دیا ''ہمارا پیغمبر کہتا ہے کہ پتھروں کی پوجا نہ کرو، جھوٹ نہ بولو، اپنے بھائیوں کا خون مت بہاؤ، یتیموں کا خیال رکھو، عورتوں سے مہربانی سے پیش آؤ، نماز پڑھو اور اللہ کے حکم پر چلو۔ یہ سب چیزیں ہیں جنہوں نے ہمارے ہم وطنوں کو ہمارا دشمن بنا دیا ہے''۔ نجاشی نے کہا تم دشمنوں کے حوالے نہیں کئے جاؤ گے۔ تم سکون سے اس ملک میں رہ سکتے ہو۔ یہاں تمہیں تمام سہولتیں حاصل ہوں گی اور پھر اس نے مکہ والوں کے نمائندوں کو واپس بھیجنے کا حکم دیا۔

آنے والا سال خدا کے مذہب میں زبردست اضافے کا باعث بنا۔ حضرت حمزہؓ، اور حضرت عمرؓ جو دونوں بہادر اور زورآور تھے۔ حضور ﷺ کے پاس آئے اور سچے دل سے اسلام

میں داخل ہو گئے۔ اب اسلام کے دشمن خوف زدہ ہو گئے اور انہوں نے بنو ہاشم کے خلاف ایک منظم محاذ بنانے کا فیصلہ کیا۔ بنوامیہ کا سردار ابوسفیان ان کا سربراہ تھا۔ ان کا مطالبہ تھا کہ محمد ﷺ جو ان کے مذہب کے مخالف تھے ان کے سپرد کئے جائیں وہ انہیں اپنے خداؤں کی بےعزتی کی سزا دینا چاہتے تھے لیکن بنو ہاشم قبیلہ کے لوگ کسی قیمت پر حضور ﷺ کو ان کے حوالے کرنے پر تیار نہ تھے۔ آخر وہ ان کے قبیلے کے معزز فرد تھے۔ یہ دشمنوں کی پہلی سنجیدہ دھمکی تھی۔ تمام عرب سردار اکٹھے ہو گئے اور انہوں نے بنو ہاشم کو ''شعب ابی طالب'' میں جو پہاڑوں کے درمیان ایک گھاٹی تھی، پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ لیکن مکہ والوں نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ ان کی اس پناہ گاہ کا محاصرہ کر لیا۔ انہوں نے ضروریات زندگی کا ان تک پہنچنا ناممکن کر دیا اور ان کا یہ محاصرہ تین سال تک جاری رہا۔

تین طویل سال حضور ﷺ اور ان کے ساتھیوں نے اس گھاٹی میں گزارے اور جب کھانے کو کچھ نہ بچا تو عورتوں اور بچوں نے درختوں کے پتوں کو کھا کر گزارہ کیا۔ مرد کمزور اور ناتواں ہو گئے لیکن بنو ہاشم کے قبیلے نے آزادی کی خاطر حضرت محمد ﷺ سے بے وفائی نہ کی۔ تین برس کا عرصہ گزر جانے کے بعد بعض عرب سرداروں نے جو نسبتاً کم ظالم تھے، نے انہیں واپس آنے اور اپنے گھروں میں رہنے کی اجازت دے دی۔

پھر ایک روز حضور ﷺ کو آسمانوں کی سیر کا اعزاز بخشا گیا۔ معزز فرشتہ جبرئیلؑ سواری یعنی براق کے ساتھ آئے جو ان کو اس مقدس سفر پر لے گیا۔ براق برق رفتاری سے آپ ﷺ کو پہلے بیت المقدس یروشلم لے گیا جہاں حضور ﷺ نے نماز ادا کی اور پھر آپ ﷺ افلاک کے سفر پر روانہ ہو گئے اور ساتویں آسمان سے بھی آگے آپ ﷺ کی اللہ پاک سے ملاقات ہوئی۔

اللہ جو خالقِ کائنات اور رحیم و کریم ہے۔

اگلی صبح جب آپ ﷺ خانہ کعبہ میں تشریف لے جا رہے تھے تو آپ ﷺ کو ایک بوڑھی عورت نظر آئی جو تھکی ماندی تھی اور روتی ہوئی چلی جا رہی تھی۔ آپ ﷺ نے اس سے اس کی پریشانی کا سبب پوچھا۔ اس نے بتایا کہ وہ ایک یہودی کے لئے چکی پیستی ہے رات اس کو بخار تھا اور وہ لیٹ ہو گئی ہے اسے ڈر ہے کہ وہ اسے مارے گا۔ حضور ﷺ نے اس کا وزن خود اٹھا لیا اور کہا ''روئیں نہیں میں یہودی سے بات کروں گا'' آپ ﷺ اس کے ساتھ یہودی کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا ''یہ عورت بیمار اور بوڑھی ہے اس کے ساتھ سختی نہ کرنا۔ اگر تمہیں سزا دینی ہو تو اس کی بجائے مجھے سزا دے لینا''۔

یہودی نے گہری نظر سے حضور ﷺ کی طرف دیکھا اور کہا ''تم گزشتہ رات افلاک پر گئے تھے اور خداوند تعالیٰ سے

ملاقات کی ہے؟'' حضور ﷺ نے فرمایا ''ہاں ایسا ہی ہوا ہے مگر تمہیں کیسے معلوم ہوا''۔

اس نے جواب دیا یہ ہماری مقدس کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ آخری پیغمبر جس رات اللہ سے ملاقات کرے گا اس کے اگلے روز ایک بڑھیا کی مدد کرے گا۔ یہ کہتے ہوئے یہودی نے نہ صرف حضور ﷺ کو بلکہ اسلام کو گلے لگا لیا۔ مکّہ میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو کہتے تھے کہ آپ ﷺ (نعوذ باللہ) دیوانے ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے معراج کے سفر اور اللہ سے ملاقات کا لوگوں کو بتایا تو کچھ لوگ آپ ﷺ کا مذاق اڑانے لگے۔ پھر حضور ﷺ پر ایک آزمائش اور ابتلا کا دور آیا۔ آپ ﷺ کے پیارے چچا حضرت ابو طالب انتقال کر گئے۔ اس صدمے کے تھوڑے عرصہ بعد آپ کی وفادار بیوی خدیجہ ؓ بھی رحلت فرما گئیں۔

مکّہ میں یثرب (مدینہ) سے ایک قافلہ آ کر ٹھہرا۔ یثرب کے لوگ غریب تھے اور وہاں کے امیر اور طاقتور یہودیوں کے مظالم کا شکار تھے۔ حضور ﷺ ان کے پاس گئے اور اسلام کی تبلیغ کی۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور حضور ﷺ سے درخواست کی کہ وہ مدینہ آئیں اور ان کے پاس رہیں۔ وہ جانتے تھے کہ اللہ کے پیغمبر کو اپنے پاس رکھنا اپنے لئے کانٹوں کا بستر تیار کرنے کے مترادف ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو یثرب (مدینہ) روانہ کیا اور انہوں نے لوگوں کو اسلام کے دائرہ میں لانے کا فریضہ سرانجام دیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ بھی یثرب (مدینہ) تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے اس سفر میں رفاقت کے لئے اپنے دوست حضرت ابو بکرؓ کو منتخب کیا۔ حضرت ابو بکرؓ پورے عرب میں اس بات پر خود کو سب سے خوش قسمت محسوس کر رہے تھے کہ حضور ﷺ نے صرف آپ ﷺ کو ساتھی

چنا تھا۔ جب مکّہ کے کافروں کو حضور ﷺ کے مدینہ میں بے مثال کامیابیوں کا پتہ چلا تو وہ غصے سے آگ بگولا ہو گئے اور انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ آپ ﷺ کو سوتے میں قتل کر دیا جائے۔ انہوں نے اس شیطانی منصوبے کے لئے ہر قبیلے سے ایک نوجوان کا انتخاب کیا تا کہ بنو ہاشم کسی ایک قبیلہ سے بدلہ نہ لے سکے۔ شام کا سنہری سورج مغرب میں ڈوب رہا تھا۔ سفاک عربوں کا ایک جتھا حضور ﷺ کے گھر کے باہر ان کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ آپ ﷺ کے مدینہ چلے جانے سے پہلے انہیں ختم کر دینا چاہتے تھے۔ انہوں نے گھر کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا اور تمام رات باہر انتظار کرتے رہے۔ اگلی صبح وہ گھر میں داخل ہو گئے لیکن بستر پر حضور ﷺ کی بجائے حضرت علیؓ سو رہے تھے۔ حضور ﷺ اپنے دوست حضرت ابو بکرؓ کے ہمراہ مدینہ روانہ ہو چکے تھے اور ان کے جانثار بھائی حضرت علیؓ ان کے بستر پر لیٹ

گئے تھے وہ بستر جس پر سونتی تلواریں سونتے دشمن انتہائی بے شرمی سے تیار کھڑے تھے۔ بتوں کے پجاری ناکام ہو چکے تھے۔ ان کی نگاہوں کے سامنے سے حضور ﷺ نکل کر جا چکے تھے لیکن ان کے نور سے چندھیائی ہوئی کفار کی آنکھیں انہیں دیکھنے سے قاصر رہی تھیں۔ تین دن اور تین راتیں حضور ﷺ نے غار ثور میں گزاریں جو مکّہ سے زیادہ فاصلے پر نہ تھا۔ کئی مرتبہ کافر آپ ﷺ کو ڈھونڈتے ہوئے وہاں آئے۔ ایک مرتبہ تو وہ اتنے قریب پہنچ گئے کہ آپ ﷺ کے ساتھی حضرت ابو بکرؓ نے اس خطرے کو بہت قریب محسوس کیا کہ اب ہم پکڑے جائیں گے۔ لیکن حضور ﷺ نے فرمایا کہ "غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے" اور واقعی ایسا ہی تھا۔ کفار کی اپنی آنکھوں نے انہیں دھوکہ دے دیا اور وہ اپنے قریب موجود حضور ﷺ اور ان کے ساتھی کو نہ دیکھ سکے اور مایوس لوٹ گئے۔ انہوں نے 100 اونٹوں

کے انعام کا اعلان کر دیا اس شخص کے لئے جو حضورؐ کو گرفتار کرے لیکن کوئی بھی حضور ﷺ کو نہ پا سکا اور آپ ﷺ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے راستے میں ایک مسجد کی تعمیر کی جس کا نام مسجد قبا تھا۔ دوسرے مزدوروں کے ہمراہ حضور ﷺ نے بھی بھاری پتھر اپنے کاندھے پر اٹھائے اور انہیں اپنے ہاتھوں سے لگایا اس طرح اسلام کی تاریخ میں پہلی مسجد تعمیر ہوئی۔ حضور ﷺ کی مسجد قبا میں داخل ہونے کے وقت سے تاریخ کے ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے جسے سن ھجری کا نام دیا گیا یہ 20 ستمبر 622ء کا واقعہ ہے۔

مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کو اللہ کے احکام کے مطابق ریاست قائم کرنے کا موقع ملا۔ اذان کا حکم جاری ہوا اور نماز کے لئے قبلے کا رخ بیت المقدس کی بجائے کعبۃ اللہ مقرر ہوا اسلام اور حضور ﷺ کی ان کامیابیوں نے کافروں کو اور مشتعل

کر دیا۔ جلد ہی انہوں نے مدینہ کے ایک سردار عبداللہ بن ابی کو ایک خط لکھا کہ یا تو محمد ﷺ کو قتل کر دو یا مدینہ سے نکال دو ورنہ ہم مدینہ پر حملہ کر دیں گے اس طرح مدینہ میں بھی مخالف قوتوں نے آپ ﷺ کے خلاف کام شروع کر دیا تھا۔ اللہ کی طرف سے حکم نازل ہوا ''جو تم سے جنگ کریں تم بھی خدا کی راہ میں ان سے جنگ کرو''۔ چنانچہ آپ ﷺ اس کی تعمیل میں لگ گئے۔ اس کے بعد جنگوں کا ایک دور شروع ہوتا ہے۔ مکّہ کے لوگ مدینہ پر چڑھائی کی تیاری کر رہے تھے۔ ان کا سردار ابوسفیان ان کو پوری طرح مسلح کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے انہوں نے منصوبہ بنایا کہ شام سے تجارت کے سامان کے ساتھ جنگی ہتھیار بھی منگوائے جائیں۔ حضور ﷺ اور ان کے ساتھیوں نے یہ ضروری سمجھا کہ اس قافلے کو راستے ہی میں روکا جائے اس طرح ان کافروں کی طاقت کو نقصان پہنچایا جا سکتا تھا۔ انصارِ مدینہ اور مہاجرین نے فیصلہ کیا کہ مل کر

قافلے پر حملہ کیا جائے۔ 313 مجاہدین کی ایک جماعت مدینے سے روانہ ہوئی اسی اثنا میں یہ خبر مکّہ میں پہنچ گئی کہ مدینے والے قافلے کو راستے میں روکنے والے ہیں۔ مکے کے چند بڑے سردار اکٹھے ہوئے انہوں نے ہزار نفوس پر مشتمل فوج تیار کی اور مدینہ کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ حضور ﷺ کی چھوٹی سی جماعت ایک بدر نامی گاؤں میں پہنچ چکی تھی اور کافروں کی فوج بھی ان کے قریب پہنچ چکی تھی۔

ان مشکل حالات کا مقابلہ کرنا اتنا آسان کام نہ تھا مگر حضور ﷺ اور ان کے ساتھی اس سے خوف زدہ نہ تھے۔ ایک مختصر جنگ ہوئی اور مغرور مکہ والے شکست کھا گئے۔ تمام بڑے بڑے سردار یا تو قتل کر دیئے گئے تھے یا انہیں گرفتار کر کے جنگی قیدی بنا لیا گیا تھا جنہیں کچھ روز بعد رہا کر دیا گیا۔ اسلام کی یہ فتح کافروں کے لئے ناقابل برداشت تھی اس کے نتیجے میں نہ

صرف مدینہ کے یہودی خاموش ہو گئے بلکہ دوسرے قبیلے جو خفیہ سازشیں کر رہے تھے کہ مسلمانوں کو مدینہ سے نکالیں وہ بھی ڈر گئے۔ لیکن دوسری طرف اس شکست نے مکّہ والوں کے جذبات کو اور بھی بھڑکا دیا، وہ ایک اور حملے کی تیاریاں کرنے لگے۔ حضور ﷺ کی چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی شادی حضرت علیؓ سے ہوئی۔ حضرت علیؓ نے اپنی زرہ بکتر بیچ کر ایک چادر اور ایک بھیڑ کی کھال برّی میں دیں۔ جبکہ حضور ﷺ نے ایک چار پائی ایک چمڑے کا تکیہ چکی کے دو پتھر اور دو مٹی کے برتن یہ وہ کُل اشیاء تھیں جو حضور ﷺ نے اپنی پیاری بیٹی کو جہیز میں دیں۔ اس طرح شہنشاہوں کے شہنشاہ حضرت محمد ﷺ کی بیٹی کی شادی سادگی سے سرانجام پائی۔

ابو سفیان کی قیادت میں ہزاروں کی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے 700افراد کا گروہ حضور ﷺ کے ساتھ اُحد کے

مقام پر پہنچا۔ دونوں افواج کا آمنا سامنا ہوا۔ مکّہ کی عورتیں (جن کی سردار ابوسفیان کی بیوی ہندہ تھی) بھی ساتھ آئی تھیں تا کہ اپنے جوانوں کے جنگی جذبات کو ابھار سکیں۔ ہندہ اسلام کی بہت بڑی دشمن تھی۔ جنگ کے دوران ایک مسلمان مجاہد نے اس کی جان بخش دی کیونکہ وہ ایک عورت تھی اور چاہے وہ کتنی ہی بری تھی عورت کی جان لینا کوئی بہادری کی بات نہ تھی۔ کافروں کی فوج نے مسلمانوں کو چاروں اطراف سے گھیر لیا مسلمان بے جگری سے لڑے لیکن انہیں شکست ہوئی۔ حضور ﷺ بھی اس جنگ میں زخمی ہوئے۔

کچھ عرصے کے بعد قریبی قبیلوں میں دشمنی کی آگ پھر بھڑکنے لگی تھی۔ نجد قبیلے کا سردار حضور ﷺ کے پاس آیا اور کچھ مسلمان علماء کو اس کے قبیلے میں تبلیغ کے لئے بھیجنے کی درخواست کی۔ حضور ﷺ نے اس کی بات مان لی اور اس کے ساتھ

70 مسلمان علماء روانہ کر دیئے۔ ان ظالموں نے سب کو شہید کر دیا صرف ایک کو زندہ چھوڑا جس نے آ کر ظلم کی یہ داستان حضورﷺ کے سامنے بیان کی۔

حضورﷺ کو اس روز یہ سن کر جس قدر دکھ ہوا اتنا کبھی نہ ہوا تھا۔ مدینہ کے مسلمانوں کو ایک اور جنگ کا سامنا تھا 24 ہزار مکہ والوں نے مدینہ پر حملہ کر کے اس کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں نے شہر کے چاروں طرف خندق کھود رکھی تھی جس کی وجہ سے کافروں کے لئے شہر کو فتح کرنا بہت مشکل کر دیا۔ انہوں نے محاصرہ ایک ماہ تک جاری رکھا اور پھر جھڑپوں کا سلسلہ شروع ہو گیا جس میں کافروں کو ہر دفعہ شکست ہوئی اور بالآخر مسلمانوں کی شمشیریں لہرائیں اور مغرور کافروں کے بہترین خودوں پر بجلی بن کر گریں۔ کافر حوصلہ ہار گئے تھے وہ پسپا ہونے کا سوچ ہی رہے تھے کہ ایک روز زور کی آندھی آئی اور ان کے خیموں کو اڑا

لے گئی۔ کافروں کو ناکام لوٹنا پڑا۔ مدینہ کے یہودی جنہوں نے اس جنگ میں مسلمانوں کا ساتھ نہ دیا تھا وہ بھی شرمندہ تھے۔

اللہ کا فرمان نازل ہوا ''لوگوں کو اسلام کی طرف بلاؤ''

حضور ﷺ نے ایسا ہی کیا۔ آپ ﷺ نے تمام بڑے بڑے بادشاہوں کو اسلام قبول کرنے کے لئے دعوت دینے کے لئے خط لکھے۔ قیصر روم نے آپ ﷺ کے خط کا بہت احترام کیا اور اس کا جواب بھی ارسال کیا۔ مصر کے بادشاہ نے اس کے جواب میں خوبصورت تحائف روانہ کئے۔ شاہ نجاشی بھائی چارہ کے رشتے میں بندھ گیا۔ لیکن ایران کا مغرور بادشاہ خسرو پرویز آپ ﷺ کا خط ملنے پر سیخ پا ہو گیا اس بدبخت نے آپ ﷺ کے خط کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد ایران کی بادشاہت حضور ﷺ کے قدموں پر پڑی تھی۔

یہودیوں نے پھر دشمنی کو ہوا دینی شروع کر دی تھی۔ اس

جنگ کا نام خیبر تھا اور کافروں کی طاقت اس میں بری طرح ٹوٹ پھوٹ گئی اور کچھ ہی عرصہ بعد مسلمانوں کو فتح مکہ بھی نصیب ہوئی۔ کعبہ کے بتوں کو پاش پاش کر دیا گیا اور اس کی چھت سے اذان کی آواز گونجنے لگی۔ حضور ﷺ نے اونٹ کی کھال کے بنے ہوئے خیمے مکے کے باہر گاڑ رکھے تھے۔ آپ ﷺ نے مفتوح فوج کو اپنے کئے پر پچھتانے اور خدا سے معافی مانگنے کا موقع دے دیا تھا۔ مکہ کے کچھ غدار ان سے ملنے کے لئے آئے وہ اب حضور ﷺ سے رشتہ داری جتا رہے تھے۔ ایک پیغام دینے والے نے آ کر بتایا ''اے فاتح پیغمبر آپ ﷺ کے چچا زاد آپ ﷺ سے ملنے آئے ہیں''۔ حضور ﷺ نے فرمایا ''میرا خیال ہے مجھے ان سے کچھ کام نہیں'' پیغام لانے والا واپس گیا اور انہیں جا کر حضور ﷺ کے جواب سے مطلع کیا۔ وہ نا امید ہو گئے۔ انہوں نے اپنی زندگیاں خدا کے دین کے خلاف لڑتے

ہوئے گزاری تھیں لہٰذا اب حضور ﷺ کو ان سے ملاقات کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ وہ کہنے لگے ’’ہم جنگل میں چلے جائیں گے اور بھوک سے مر جائیں گے‘‘۔ جب حضور ﷺ نے یہ سنا تو ان پر ترس آ گیا آپ ﷺ نے انہیں معاف فرما دیا۔ اسلام کے بے رحم دشمن ابوسفیان کو آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا۔ وہ خوف، بے عزتی اور شرم سے کانپ رہا تھا، حضور ﷺ کے ساتھیوں نے اسلام کے اس بدترین دشمن کو قتل کر دینے کا مشورہ دیا۔ لیکن حضور ﷺ نے اس پر رحم کھایا آپ ﷺ نے نہ صرف اسے معاف کر دیا بلکہ اعلان فرمایا کہ جو کوئی ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے لے اسے معاف کر دیا جائے۔ یہ بہت بڑا اعزاز تھا جس پر ابوسفیان بہت خوش تھا وہ اس بات پر بھی خوش تھا کہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

حضور ﷺ نے فرمایا ’’جو سرکش مزاحمت کریں ان

سے جنگ کرو جو اپنے گھروں میں بند ہو جائیں یا کعبہ میں پناہ لے لیں انہیں کچھ نہ کہو۔ عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرو اور نہ ہی بوڑھوں اور کمزوروں پر ہاتھ اٹھاؤ''۔ یہ احکامات دینے کے بعد حضور ﷺ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مکہ میں داخل ہوئے اور پھر آپ ﷺ نے اپنے بدترین دشمنوں کو بھی معاف فرما دیا۔ مکہ کی فتح کے بعد ایک سال تک چھوٹی موٹی بغاوتوں کو دبایا جاتا رہا۔ اس کے بعد اصلاحات کا دور شروع ہوا قوانین اور اصول وضع کئے گئے۔ دین کا نفاذ مکمل کر دیا گیا تھا۔

ایک دن آپ ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور اعلان فرمایا ''اگر کبھی میری زبان یا عمل سے کسی کو تکلیف پہنچی ہو تو وہ بخوشی بدلہ لے سکتا ہے''۔ مسلمانوں نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے پکار کر کہا ''ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں کبھی تکلیف نہیں پہنچائی'' لیکن ان سب کو حیران کرتا ہوا ایک شخص آگے آیا اور کہنے لگا

''آپ ﷺ نے ایک مرتبہ میری ننگی پشت پر گدگدی کی تھی اب آپ ﷺ قمیض اتاریں تا کہ میں آپ ﷺ کی پشت پر گدگدی کر سکوں، حضور ﷺ مسکرائے اور فرمایا ''میں تیار ہوں'' ۔حضور ﷺ طبعاً خوش مزاج تھے۔ آپ ﷺ نے واقعی ایک مرتبہ اس شخص کو گدگدی کی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے کمرے میں آؤ۔ میں قمیض اتارتا ہوں کیونکہ کسی نے مجھے ننگے بدن نہیں دیکھا۔ اور جب حضور ﷺ نے قمیض اتاری تو انتقام لینے والا دوڑتا ہوا آگے بڑھا اور حضور ﷺ کی مہر نبوّت کو چوم لیا وہ آپ ﷺ قدموں میں گر پڑا اور ان کو چوم لیا اور کہنے لگا ''میں نے بہانہ اس لئے بنایا تھا کہ میں مہر نبوت کو دیکھ سکوں اور اس کو چوم سکوں۔ حضور ﷺ مسکرائے اور فرمایا'' جاؤ تم پر جہنم کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے''۔

خطبۂ حجتہ الوداع

جب مکہ فتح ہو گیا اور لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہو گئے تو آپ ﷺ نے محسوس کیا کہ دین کا کام مکمل ہو گیا۔ لہٰذا آپ ﷺ نے حج کا ارادہ کیا اور صحابہؓ کو تیاری کا حکم دیا۔ ایک لاکھ چالیس ہزار صحابہ کے ساتھ آپ ﷺ نے حج ادا فرمایا۔ میدانِ عرفات میں اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر آپ ﷺ نے ایک بے مثال خطبہ دیا۔ آپ ﷺ نے خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا ''لوگو! میری بات غور سے سنو، نہ کسی عربی کو عجمی پر کوئی فوقیت ہے نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر، نہ کالا گورے سے افضل ہے نہ گورا کالے سے، بزرگی اور فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے۔ سب انسان آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گئے۔ تمہارے

خون اور مال اور عزتیں ایک دوسرے پر حرام کر دی گئیں۔ یہ سب چیزیں اسی طرح احترام کے قابل ہیں جیسے آج کا دن۔ یہ ماہ مبارک اور یہ جگہ۔ تم سب اللہ کے پاس حاضر کئے جاؤ گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت پوچھے گا۔ دیکھو میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا۔ امانت رکھوانے والوں کو امانت پہنچا دینا۔ لوگو ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اپنے غلاموں کا خیال رکھو انہیں وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو۔ دورِ جاہلیت کے سب انتقام ختم کر دیئے گئے۔ قرض لے کر واپس کرو۔ تحفے کا بدلہ دو اور جو کوئی ضامن ہو وہ تاوان ادا کرے کسی کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے کچھ لے سوائے جس پر اس کا بھائی راضی ہو۔ عورتوں کے حقوق کا خیال رکھو۔ لوگو اپنے رب کی عبادت کرو۔ پانچ وقت کی نماز ادا کرو۔ رمضان کے روزے رکھو۔ مالوں کی زکوٰۃ دیتے رہو۔ اور اللہ کے گھر کا حج کرو تو اپنے

رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ مجرم خود اپنے جرم کا ذمے دار ہوگا۔ نہ باپ کے بدلے بیٹا پکڑا جائے تو نہ بیٹے کے بدلے باپ۔ آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ یہاں موجود ہیں یہ باتیں ان لوگوں تک پہنچا دیں جو موجود نہیں۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے پوچھا کیا میں نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا۔ لوگوں نے کہا ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حقِ رسالت ادا کر دیا۔ آپ ﷺ نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر کہا اے اللہ! گواہ رہنا۔ اے اللہ! گواہ رہنا۔ اے اللہ! گواہ رہنا۔

حضور ﷺ کی بیماری اور وصال

11ھ میں 29 صَفر کی رات حضور ﷺ کے سر میں اس وقت درد شروع ہوا۔ جب آپ ﷺ مسلمانوں کے قبرستان جنت البقیع میں ایک جنازے سے واپس تشریف لائے۔ اگلے روز درد میں شدت پیدا ہوگئی اور تیز بخار ہو گیا۔ مرض زیادہ بڑھا تو تمام بیویوں کی اجازت سے حضرت عائشہؓ کے حجرے میں مستقل قیام فرمایا۔ جب تک مسجد جانے کی ہمت رہی، تقریباً گیارہ روز تک مسجد میں جاتے رہے۔لیکن جب تکلیف زیادہ ہو گئی تو فرمایا ''ابوبکرؓ سے کہو میری جگہ نماز پڑھا دیں۔'' مرض میں روز بروز تیزی آتی گئی۔ بخار کی شدت کے باعث ٹھنڈے پانی

کا برتن آپ ﷺ کے قریب رکھ دیا گیا۔ آپ ﷺ بار بار اپنا ہاتھ اس میں ڈالتے اور پھر اسے اپنے چہرے پر ملتے۔ شدت مرض کی یہ حالت تھی کہ بے تابی میں کبھی پاؤں پھیلاتے اور کبھی سمیٹتے اور کبھی گھبرا کر چادر چہرۂ انور پر ڈالتے اور کبھی الٹا دیتے تھے۔ اسی اثناء میں آپ کو غشی کے دورے پڑنے شروع ہو گئے۔ وفات سے 5 روز قبل ایک دن آپ ﷺ نے پتھر کے ٹب میں بیٹھ کر اپنے اوپر پانی کی 7 مشکیں ڈلوائیں۔ طبیعت کچھ بحال ہوئی تو دو صحابیوں کا سہارا لے کر مسجد میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نماز کی امامت کر رہے تھے۔ حضور ﷺ کے آنے پر پیچھے ہٹنے لگے تو آپ ﷺ نے اشارے سے نماز جاری رکھنے کو کہا اور حضرت ابوبکرؓ کے برابر بیٹھ کر نماز ادا کی اور نصیحت فرمائی کہ میرے بعد میری قبر کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔ اس کے بعد حجرے میں واپس تشریف لائے۔ کچھ دیر بعد آپ ﷺ

نے مسواک کی خواہش کی تو حضرت عائشہؓ نے مسواک نرم کر کے آپ ﷺ کو دی۔ آپ ﷺ نے مسواک فرمائی اس کے بعد آپ ﷺ کی طاقت جواب دے گئی۔نزع کی حالت طاری ہو گئی۔ آخری وقت آپ ﷺ نے نماز اور غلاموں کا خیال رکھنے کی نصیحت فرمائی۔ اور 12 ربیع الاوّل کو چاشت کے وقت آپ ﷺ کی روح پاک اللہ کی رحمت میں چلی گئی۔ آپ ﷺ کو حضرت علیؓ نے غسل دیا اور حضرت عائشہؓ کے حجرے میں دفن کیا گیا۔ آپ ﷺ نے وفات سے پہلے فرمایا ''اے لوگو! میں تم میں وہ چیز چھوڑ چلا ہوں کہ اگر اسے مضبوط پکڑ لو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے، وہ اللہ کی کتاب قرآن ہے۔''

غرض نبی پاک ﷺ کے بچپن، جوانی اور نبوت کے ادوار ہمیں پاکیزگی، راست بازی، انسانیت سے محبت اور کمزور طبقات یعنی عورتوں اور غلاموں کی مدد کرنے کا درس دیتے ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام امتِ مسلمہ کے بچے بڑے آپ ﷺ کی سیرت پاک کو اپنی زندگیوں میں مثال اور مشعلِ راہ بنائیں۔

رکھ کر نبی کو سامنے آرائشِ کردار کر

آپ ﷺ کے بارے میں اہم معلومات

والد کی طرف سے نسب

1۔ محمد ﷺ

2۔ بن عبداللہ

3۔ بن عبدالمطلب

4۔ بن ہاشم

5۔ بن عبد مناف

6۔ بن قصی

7۔ بن کلاب

8۔ بن مرہ

9۔ بن کعب

10۔ بن لوی

11۔ بن غالب

12۔ بن فہر

13۔ بن مالک

14۔ بن نظر

15۔ بن کنانہ

16۔ بن خزیمہ

17۔ بن مدرکہ

18۔ بن الیاس

19۔ بن مضر

20۔ بن نزار

21۔ بن معد

22۔ بن عدنان

والدہ کی طرف سے نسب

1۔ محمد ﷺ
2۔ بن آمنہ
3۔ بنت ویب
4۔ بن عبد مناف
5۔ بن قصی (زہرہ)
6۔ بن کلاب
7۔ بن مرہ
8۔ بن کعب
9۔ بن لوی

آپ ﷺ کی ازدواج مطہرات

1۔ حضرت خدیجہؓ

2۔ حضرت سودہ بنتِ ربیعہ

3۔ حضرت عائشہؓ

4۔ حضرت حفصہؓ

5۔ حضرت زینب بنتِ خزیمہؓ

6۔ حصرت امِ سلمہؓ

7۔ حضرت زینب بنتِ حجشؓ

8۔ حضرت جویریہؓ

9۔ حضرت امِ حبیبہؓ

10۔ حضرت میمونہؓ

11۔ حضرت صفیہؓ

آپ ﷺ کے صاحبزادے

1۔ حضرت قاسمؓ

2۔ حضرت عبداللہؓ

3۔ حضرت ابراہیمؓ

آپ ﷺ کی صاحبزادیاں

1۔ حضرت زینبؓ

2۔ حضرت رقیہؓ

3۔ حضرت امِ کلثومؓ

4۔ حضرت فاطمہؓ

آپ ﷺ کے داماد

1۔ حضرت عثمانؓ

2۔ حضرت علیؓ

3۔ ابوالعاص بن الربیع

آپ ﷺ کے نواسے اور نواسی

1۔ حضرت حسنؓ

2۔ حضرت حسینؓ

3۔ سیدہ امامہ بنتِ زینب

4۔ حضرت عبداللہ بن رقیہ

آپ ﷺ کے چچا

1۔ حضرت حارث

2۔ حضرت زبیر

3۔ حضرت حجل

4۔ حضرت ضرار

5۔ حضرت مقوم

6۔ ابولہب (اصل نام عبدالعزیٰ)

7۔ حضرت عباسؓ

8۔ حضرت حمزہؓ

9۔ جناب ابو طالب (اصل نام عبد مناف)

آپ ﷺ کی نانی اور دادی

1۔ برہ (نانی)

2۔ فاطمہ (دادی)

آپ ﷺ کی پھوپھیاں

1۔ امیمہ

2۔ ام حکیم بیضاء

3۔ برہ

4۔ عاتکہ

5۔ صفیہ

6۔ اروی

آپ ﷺ کے ماموں اور خالہ

1۔ اسود بن وہب

2۔ عبدالغوث بن وہب

3۔ فریعہ بنتِ وہب

آپ ﷺ کی تلواریں

1۔ ماثور

2۔ العضب

3۔ ذوالفقار

4۔ قلعی
5۔ التبارا
6۔ الحتف
7۔ الرسوب
8۔ مجذم
9۔ القضیب

آپ ﷺ کے پہرے دار

1۔ حضرت سعد بن معاذ
2۔ حضرت اکوان بن عبید قیس
3۔ حضرت محمد بن مسلمہ
4۔ حضرت زبیر
5۔ حضرت عباد بن بشر